© rasailojaraid.com

"انتقاد" کے لئے کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہے

انتقاد

رسالہ دین و دانش

مجلّہ علماء اکیڈیمی
محکمہ اوقاف پنجاب لاہور۔ پاکستان

محکمہ اوقاف پنجاب نے اکتوبر کے آغاز میں لاہور میں علماء اکیڈیمی کے نام سے ایک کانفرنس منعقد کی، علماء و اہلِ دانش کے اس اجتماع میں مجلّہ علماء اکیڈیمی کا پہلا نمبر بطور یادگار تحفۃً پیش کیا گیا۔ یہ سہ ماہی رسالہ ظاہری و باطنی خوبیوں کا حامل ہے۔ ٹائٹل پیج رنگین اور زیبائش میں طاق جس کا طرۂ امتیاز ہر چہار جانب منقوش یہ آیت کریمہ ہے ؛ انما یخشی من عبادہ العلماء۔ (اللہ کے بندوں میں علم والے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں)۔ اس سہ ماہی رسالے کی اشاعت پر محکمہ اوقاف لائقِ ستائش و مبارکباد ہے۔ مجلّہ کے ایڈیٹر علماء اکیڈیمی کے ڈائریکٹر نیز مشیر تعلیمات محکمہ اوقاف ڈاکٹر رشید احمد جالندھری ایم اے، الازہر، پی ایچ ڈی، کیمبرج ہیں۔

مجلہ کے زیرِ بحث نمبر میں تین مقالے ہیں دو اُردو میں اور ایک انگریزی میں جن کے عنوانات یہ ہیں:۔

۱۔ مذہب اور انسانی وجدان۔ از ڈاکٹر منظور احمد کراچی یونیورسٹی کراچی (ص ۱ - ۱۲)۔

۲۔ علم تفسیر اور مفسرین۔ از ڈاکٹر رشید احمد ڈائریکٹر آف علماء اکیڈیمی لاہور۔ (ص ۱۳ - ۷۸)۔

۳۔ جدید اسلامی فکر اور ڈاکٹر احمد امین (انگریزی) از ڈاکٹر ڈی۔ خالد، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد۔ (ص ۱ - ۳۲)۔(AHMAD AMIN AND HIS CONTRIBU-TION TO MODERN ISLAMIC THOUGHT)

اس مجلہ کے اغراض و مقاصد کی وضاحت خود ایڈیٹر کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

• انسان نے اپنے ذہنی مسائل اور مشکلات کو سلجھانے اور روحانی قلق و اضطراب کی تسکین کے لئے جو ان تھک اور مسلسل جدوجہد کی ہے اس میں مسلم مفکرین نے اپنے دورِ عروج میں برابر حصہ لیا ہے اور انسانی تہذیب و تمدن کے خدوخال کو سنوارنے میں اسلام نے ایک اہم کردار ادا کیا ہے اس نے آدمی کو کھویا ہوا وقار واپس دلایا اور آسمان سے اس کے ٹوٹے ہوئے رشتوں کو پھر سے استوار کیا۔ مسلم مفکرین کی بلند پایہ علمی تحقیقات آج مشرق و مغرب میں زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر علم کے فکر و نظر کو جلا بخش رہی ہیں۔

• علماء اکیڈیمی کی جانب سے شائع کئے جانے والے مجلہ "دین و دانش" کی خواہش ہے کہ وہ ان تحقیقات سے متعلق شائع ہونے والے تحقیقی کام کو قارئین کرام کے سامنے پیش کرے کیونکہ ہمارا یہ یقین ہے کہ مسلمانوں کے لئے جہاں دورِ حاضر کے علمی کارناموں سے آگاہی ضروری ہے وہاں ان کا اپنی ملّی بقا کے لئے اپنے عظیم تہذیبی اثاثے سے پورے طور پر واقف ہونا بھی ناگزیر امر ہے۔

"دین و دانش کا نصب العین خالص علمی ہے اس کا تعلق نہ مشرق سے ہے نہ مغرب سے، اس کا نصب العین اس حکمت و دانائی کی تلاش ہے جو فرمودۂ رسول علیہ السلام کے مطابق مومن کی گم شدہ میراث ہے۔"

پہلا مقالہ "مذہب اور انسانی وجدان" ہے جس میں ڈاکٹر منظور احمد نے اپنے خاص فلسفیانہ انداز میں اس بات کی وضاحت کی کوشش کی ہے کہ (صفحہ ۱۲) "ہم میں سے ہر شخص اپنے اعماقِ نفس میں ایک ایسا شعور یا احساس پاتا ہے جو تمام مذہبی حقائق کی بنیاد بنتا ہے۔ اور شعور کے یہی امکانات زمان و مکان کی حد بندی سے نکل کر ہم کو اس حقیقت کا پتہ دے دیتے ہیں جس پر مذہب کی بنیاد قائم ہے۔"

موجودہ عہد میں فلسفے کے میدان میں جو نئی تحریکات نے جنم لیا اور جو حقیقت (REALISM) ایجابیت (POSITIVISM) اور نتائجیت وغیرہ جیسے ناموں سے موسوم ہیں یہ تحریکات درحقیقت سلبی ہیں اور محض تمرد و انکار کے ناگزیر نتیجوں کو حامل ہیں۔ کیونکہ مشاہدہ اور تاریخی واقعات یا تجربات کا انکار ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔ دنیا کے سارے امور ان مثبت مشاہدات و تجربات کے ماتحت انجام پاتے ہیں۔ ایک بچے کی ولادت کا انکار ناممکن ہے اور بچے کی ماں کا یہ بیان کہ اس کا باپ فلاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ں ہے ایک ناقابلِ تردید بیان ہے۔ غرض حصولِ علم کے خارجی طریقوں کے بالکلیہ انکار کو بے جا
لانہ حرکت کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

سچ پوچھیئے تو آج کے مسائل وجوہ و اسباب سے قطع نظر کوئی نئے مسائل نہیں ان کا مآل ایک ہی
،، الفاظ کے تغیر و تبدل سے حقائق بدلا نہیں کرتے۔ کھانے پینے اور دوسری بنیادی حاجتیں آج بھی
ہیں جو صدیوں پیشتر تھیں۔ البتہ انسانی معاشرتی ضرورتوں میں موجودہ ماحول کے پیشِ نظر اضافہ
ہے اور یہ اضافہ بڑھتا جائے گا۔ اور اس اضافے کے پیشِ نظر مسائل بھی بظاہر دوچند ہوتے جائیں گے۔
دی زندگی اور موت کے ہدف ہم پہلے بھی تھے اور اب بھی ہیں۔ اسی طرح خیر و شر، صدق و کذب،
نت و دیانت، ایمان داری و رواداری، ایثار و ہمدردی سارے انسانی اوصاف اور اخلاقِ
ثلہ نیز اخلاقِ رذیلہ سب اپنی اپنی جگہ ناگزیر ہیں۔ ان کے برتنے کے طریقے البتہ اسباب و حالات کے
بق تغیر پذیر ہو سکتے ہیں ۔۔ مگر نہ موت سے مفر ہے نہ عاقبت سے گریز! پھر ذہنی اپج اور عقلی موشگافی
۔ہوم تصورات کو حقیقت سمجھ کر خالقِ حیات و ممات کا انکار کر کے ارتکاب ظلم و عدوان کے سوا
حاصل ہو سکتا ہے !!

دوسرا مقالہ "علم تفسیر اور مفسرین" قرآن حکیم کی تفاسیر اور ان کے مؤلفین کا ایک ناقدانہ جائزہ
۔ یہ واقعہ ہے کہ اسی کتاب الٰہی کی تعلیم اور عملی توضیح کے لئے حضرت نبی آخرالزماںؐ تشریف لائے۔ اور
ن پاک کی تعلیم کے ساتھ آپؐ نے اپنے متبعین کو "حکمت" کی تعلیم سے بھی نوازا۔ حکمت کی تفسیر جو بھی
بائے، قرآنی الفاظ کی رہنمائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے بیان کردہ اعمال و
ل کے پیشِ نظر احکامِ الٰہی پر انفرادی عمل کرنے کے سوا کچھ اور معنی سمجھا نہیں جا سکتا۔ قرآن کے
ام کے مطابق عملی اقدام ہی کو حکمت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بنا بریں! اگرچہ یہ اختلاف رائے ابتدائے
لام سے پایا جاتا ہے کہ تفسیر کو روایت کے ساتھ مختص کیا جائے اور درایت سے پاک رکھا
ئے، یہ واقعہ ہے جیسا کہ مقالے سے بھی ظاہر ہے کہ علمائے اسلام ہر زمانے میں نہ صرف عقل و
، بلکہ اپنے وجدان کی روشنی میں بھی قرآن پاک کے معانی کی تشریح کرتے آئے ہیں۔ مقالہ نگار
ارنخی جائزے سے کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ ان کے ذیل کے بیانات ضرور قابلِ غور ہیں۔ جن
ضاحت نہ کرنا علمی دیانت داری کے خلاف سمجھا جائے گا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱- صفحہ ۱۹ - س ۷ : "قرآن کی موجودہ ترتیب کی ذمہ داری حضرت عثمانؓ کی مقرر کردہ کمیٹی پر ہے جس کے سربراہ زید بن ثابتؓ تھے "

یہ بیان صحیح نہیں۔ اسی ترتیب کے ساتھ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریل نے آخری رمضان میں دومرتبہ سنایا، نیز اسی ترتیب کے ساتھ صحابہ کرامؓ (جن کی تعداد چالیس سے متجاوز ہے) پورے قرآن پاک کے حافظ تھے:

الاتقان ج ۱ ص ۷۵ کی عبارت ملاحظہ ہو:

"الاجماع والنصوص المترادفة على ترتيب الآيات توقيفي لاشبهة في ذلك - اما الاجماع فنقله غير واحد منهم الزركشي في البرهان وابو جعفر بن الزبير في مناسبات و عبارته ترتيب الآيات في سورها واقع بتوقيفه صلى الله عليه وسلم وامره من غير خلاف في هذا بين المسلمين انتهى "

۲- صفحہ ۱۶-۱۷ میں قرآن پاک کے ترجمے سے بحث کرتے ہوئے بعض باتوں میں طرز بیان کی وجہ سے غلط فہمی کا اندیشہ ہے اس لئے مزید صراحت کی غرض سے یہ اضافہ ضروری ہے:

(الف) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فارسی میں سورہ فاتحہ لوگوں کی فرمائش پر اس لئے لکھی تھی کہ یہ لوگ عربی سے بالکل نابلد تھے اور جب عربی زبان کے الفاظ ان کی زبانوں سے بآسانی ادا ہونے لگے تو عربی ہی میں پڑھنے لگے۔ جیسا کہ مبسوط (جلد ۱ ص ۳۷ جس کا حوالہ مقالے میں دیا گیا ہے) کی حسب ذیل عبارت سے ظاہر ہے .....:

"ان الفرس كتبوا الى سلمانؓ ان يكتب لهم الفاتحة بالفارسية فكانوا يقرأون ذلك في الصلاة حتى لانت السنتهم للعربية " (اہل فارس نے حضرت سلمانؓ کو لکھا کہ سورہ فاتحہ کو فارسی میں لکھ دیں چنانچہ یہ لوگ اس کو نماز میں پڑھتے تھے یہاں تک کہ ان کی زبانیں عربی زبان کی ادائیگی کے لئے نرم ہوگئیں "

(ب) امام ابوحنیفہ کے فارسی ترجمہ پڑھنے کی اجازت کے متعلق صرف یہ لکھنا کافی نہیں کہ (ص ۱۷) ...... یہی وہ بزرگ تھے جنہوں نے بڑی دانش مندی سے کام لیتے ہوئے یہ فتویٰ دیا کہ ایک غیر عرب مسلمان جو عربی زبان نہیں جانتا نماز میں قرآن کا فارسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمہ پڑھ سکتا ہے۔
اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ یہ جواز ان لوگوں کے لئے تھا جو عربی زبان میں ادا نہیں کر سکتے تھے۔ جو عربی الفاظ کا تلفظ کر لیتے ہیں ان کے لئے جائز نہیں (دیکھئے مبسوط ج ۱ ص ۳۷: واصل هذه المسئلة اذا قرأ فی صلاته بالفارسیة جاز عند ابی حنیفة ویکره، وعندهما لا یجوز ان کان یحسن العربیة واذا کان لا یحسنها یجوز۔ وعند الشافعی لا تجوز القراءة بالفارسیة بحال۔ "اس مسئلے کی اصل یہ ہے کہ جو شخص عربی بالکل نہ ادا کر سکے وہ نماز میں (قرآن) فارسی میں ادا کرے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے مگر مکروہ ہے اور امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک عربی کی حسن ادائیگی کی قدرت پر ناجائز ہے۔ اور عربی نہ ادا کر سکتا ہو تو جائز ہے، اور امام شافعی کے نزدیک فارسی میں قرارت ناجائز ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے متعلق فرمایا ہے کہ" انا جعلناه قرآنا عربیا "یعنی قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے کیونکہ عجمی میں قرآن ہوتا تو اختلاف وفساد برپا ہوتا (ولو جعلناه قرآنا اعجمیا لوجد وا فیه اختلافا کثیرا)۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں عربوں کا قدم پہنچا لوگوں نے قرآن پر ایمان لانے کے ساتھ عربی زبان کو اپنی زبان بنا لیا اور ان کے عہد میں سندھ سے اندلس تک سلسلے عالم اسلام کی زبان عربی ہو گئی۔

۲۔ صبیغ کو ابن ابی صبیغ (دیکھو ص ۲۶) لکھنا بھی صحیح نہیں۔ نہ یہ درست ہے کہ حضرت عمرؓ نے اسے مدینہ سے بصرہ شہر بدر کر دیا ...... "سنن دارمی کی روایت اس قدر ہے کہ صبیغ عراقی اسلامی افواج میں تھے، قرآن کے بارے میں مختلف سوال کیا کرتے تھے، مصر جب پہنچے تو حضرت عمرو بن عاصؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیا، انھوں نے ان کو سزائیں دیں پھر ان کو اپنے وطن بصرہ بھیج دیا اور والی بصرہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کو لکھا کہ اس کے ساتھ لوگ نہ بیٹھا کریں۔ صبیغ پر یہ زمانہ بڑا سخت گذرا، چنانچہ انھوں نے ابوموسیٰ کی خدمت میں پہنچ کر اپنی توبہ کا حال بیان کیا، تو انہوں نے حضرت عمرؓ سے سفارش کی، تب انھیں لوگوں سے ملنے کی اجازت دی گئی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴۔ اسی طرح مشہور مفسر ابو جعفر طبری کے متعلق یہ لکھنا صحیح نہیں کہ "انھیں سلفی کہا جا سکتا ہے (دیکھو ص ۲۸۔ ۲۹) نیز بعض لوگوں کا اعتراض ہے کہ ان کی تفسیر میں معتزلہ کے افکار پائے جاتے ہیں"۔

واقعہ یہ ہے کہ طبری ابتداء میں امام شافعی کے متبع تھے، پھر کچھ دنوں ظاہری داؤد بن علی کے ساتھ رہے، پھر اہل سنت والجماعت کے مسلک پر چلے اور داؤد کے رد میں کتاب لکھی۔ لوگوں نے ان کو امامیہ اور شیعہ بھی کہا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ طبری خود مجتہد فی المذہب ہیں اور اہل سنت کے طریقے پر تھے، نہ تفضیلی تھے نہ سلفی اور نہ اہل اعتزال سے ان کا تعلق ثابت ہے۔ غالباً یاقوت (ج ۵ ص ۴۵۴) کی عبارت کے سمجھنے میں تسامح ہوا ہے۔ یاقوت نے عبدالعزیز بن محمد طبری کا قول نقل کیا ہے کہ ابو جعفر اپنے سارے عقائد میں اس عقیدے پر چلتے ہیں جس پر سلفین سے اہل سنت والجماعت تھے (کان ابو جعفر یذھب فی جل مذاھبہ الی ما علیہ من الجماعۃ من السلف)۔

۵۔ اسی طرح تاریخی نقطۂ نگاہ سے یہ کہنا واقعہ کے خلاف ہے کہ (صفحہ ۳۱) "اسلامی اسٹیج سے معتزلہ کو پیچھے دھکیل دیا گیا اور مذہبی مسائل سے متعلق آزادانہ شخصی رائے کے دروازے کو بڑی مضبوطی سے بند کر دیا گیا"۔ ہمیں اہلِ اعتزال کی چیرہ دستیوں کو بھلانا نہیں چاہیے ان کی بے اعتدالیوں کا نتیجہ ناگزیر تھا، بعد میں جو کچھ گذرا وہ فطرت کے اصول کے خلاف نہ تھا، تاہم آزادانہ شخصی رائے پھر بھی ہر زمانے میں پائی جاتی رہی۔

۶۔ اسی طرح حضرت عائشہ اور امیر معاویہ کی مشہور عام روایت (صفحہ ۳۲) "کہ وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کو روحانی مانتے تھے"۔ بیان کرنا خلافِ تحقیق ہے کہ اہلِ نقد کے نزدیک اس کی حقیقت نہایت مشتبہ ہے (دیکھئے اسلامک کلچر ۱۹۴۸ء،

THE RATIONAL OUTLOOK AS OBTAINED IN THE THOUGHT PROCESS OF THE SAHABAH.

۷۔ نیز معتزلہ کے متعلق جو انسان کو اپنے افعال کا خالق کہتے ہیں یہ کہنا (ص ۴۲) "سچ پوچھئے تو معتزلہ آدمی کو ایک مشین سمجھتے تھے"۔ ضرور نقد و نظر کے خلاف ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس مختصر سے تبصرے میں "صوفی تفسیر" کے متعلق کچھ کہنے کی گنجائش نہیں البتہ تصوف کو شریعت کا عملی پہلو سمجھتے ہوئے اہلِ اسلام محققین کے شایانِ شان نہیں کہ شریعت کے اس علمی و وجدانی توضیحی علم کی تشریح میں غیر مسلم محققین کے مقالات سے استشہاد کیا جائے اور ان کے بیانات پر اعتماد کیا جائے۔

ڈاکٹر خالد کے انگریزی مقالے کا اردو ترجمہ اوقاف کے علماء کے لئے ضرور مفید و دلچسپ ہوتا، اگرچہ اس مضمون کے بہت سے نکتے ایسے ہیں جن میں اہلِ علم کو اختلاف ہو سکتا ہے مگر علمی نقد و نظر کے لحاظ سے اس کا موضوع نہایت فکر انگیز اور نصیحت آمیز ہے۔

اس دینی علمی اور ادبی مجلے کی اشاعت پر محکمہ اوقاف پنجاب کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے یہ گذارش ضروری ہے کہ اس مجلہ نیز دوسرے علمی اور دینی رسائل کی زیادہ سے زیادہ اہلِ علم حضرات میں ترویج کی کوشش بھی محکمہ اوقاف کے واجبی فرائض میں داخل ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

کتابچہ ہمارا قدیم نظامِ تعلیم اور جدید تقاضے

الطاف جاوید
محکمہ اوقاف مغربی پاکستان۔ لاہور

یہ کتابچہ خوب صورت ٹائپ میں ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے، محکمہ اوقاف مغربی پاکستان لاہور نے اس رسالے کو شائع کیا ہے۔ البتہ اس کی افادیت کے متعلق لوگوں کو ضرور تامل ہوگا کیونکہ اولاً یہ رسالہ نظامِ تعلیم کے موقف کو صحیح اور کامل طور پر نہیں پیش کرتا۔ ثانیاً اس میں جدید تقاضوں کے ماتحت کوئی نصاب نہیں پیش کیا گیا ہے۔ اہلِ علم حضرات کا متفقہ خیال ہے کہ پاکستان میں نصابِ تعلیم کی یگانگت ضروری ہے۔ خود محکمہ اوقاف لاکھوں روپے نصاب کمیٹی برائے مدارس عربیہ پر صرف کر چکا ہے۔ مدارس قدیمہ، جو بیشتر صدقات و خیرات کے رہینِ منت ہیں، رہے ایک طرف، خود آج یونیورسٹیوں کی تعلیم تضیع اوقات کے مرادف ہو رہی ہے۔ علاوہ دیگر بے اعتدالیوں کے ان کی تعلیم کا معیار بڑی حد تک پست ہے، اور بعض شعبوں کے مقررہ نصاب اربابِ بصیرت کے لئے ضرور قابلِ توجہ ہیں۔

ملک کی دیگر دانش گاہوں کا ذکر ہی کیا، خود محکمہ اوقاف کی سرپرستی میں جامعہ اسلامیہ اور اس

© rasailojaraid.com